پُر استقامت

هر کام میں یکسوئی اور استقامت ضروری هے اور اس کے لئے جذبے اور لگن کی بے انتها ضرورت هوتی هے۔ کرکٹ ایك ایسا کهیل هے جسے لوگ "کرکٹ بائی چانس" بهی کهتے هیں۔ کسی حد تك یه درست بهی هے لیکن "چانس" تو هر طرح کا هوسکتا هے۔ آپ اسی ایك چانس یا موقعے سے فائده اٹهالیں تو ایك نئی تاریخ لکه سکتے هیں ورنه گنوائے گئے مواقع آپ کو گمنامی کے اندهیروں میں بهی پهنچا سکتے هیں۔ کرکٹ کی تاریخ میں جتنے بهی اهم واقعات رونما هوئے یا ریکارڈ بنے ان میں لٹل ماسٹر حنیف محمد کا ویسٹ انڈیز کے خلاف طویل ترین اننگ کا ریکارڈ همیشه یاد رکها جائے گا۔

کسی مضبوط ٹیم کے خلاف اسی کے ملک میں یہ کارنامہ معمولی بات نہیں

کاشف زبیر

آج کے دور میں کرکٹ میڈیا کا کھیل بن گیا ہے۔ دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں کرکٹ جاری رہتی ہے اور سال کے معدودے چند دن ہوتے ہیں جب دنیا میں کہیں کوئی ٹیسٹ یا ون ڈے میچ نہیں کھیلا جارہا ہوتا۔ اس کھیل میں کئی ایسی انفرادی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو کسی دوسرے کھیل کو نصیب نہیں ہیں۔ اول اس کا طویل دورانیہ۔ دنیا میں اگرچہ گھنٹوں جاری رہنے والے کئی کھیل ہیں جیسے گالف یا شطرنج، لیکن ان کے شائقین کا حلقہ محدود ہے۔ بعض کھیل کئی دنوں بھی جاری رہتے ہیں جیسے طویل فاصلے کی ریس۔ سائیکلنگ اور کار ریس وغیرہ مگر انہیں مسلسل میڈیا پر نشر کرنا دشوار ہوتا ہے۔ پھر ان میں ہر ایک کو دلچسپی بھی نہیں ہوتی اور یہ کھیل گلیمر سے بھی عاری ہوتے ہیں۔ طویل دورانیے کے کھیلوں میں کرکٹ وہ واحد کھیل ہے جو دلچسپ بھی ہے اور اسے عوام الناس کی توجہ بھی حاصل ہے اور سب سے بڑھ کر اس میں گلیمر ہے جیسے جنوبی امریکا میں فٹ بال اور شمالی امریکا میں بیس بال کو لوگوں کی جنون کی حد تک دلچسپی حاصل ہے، یہی دلچسپی کرکٹ کو برصغیر کے خطے میں حاصل ہے جہاں دنیا کی بائیس فیصد آبادی رہتی ہے۔ دنیا کے پانچ براعظموں میں یہ کھیل کھیلا جاتا ہے۔

طویل دورانیے اور عوامی دلچسپی نے دنیا کی تقریباً تمام ہی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو مجبور کردیا ہے کہ وہ اپنے اشتہاری بجٹ کا

ایک بڑا حصہ ان اسپورٹس چینلز کے لیے مختص کردیں جو کرکٹ میچوں کو باقاعدگی سے نشر کرتے ہیں۔ میڈیا نے کھیل کے میدان کو اٹھا کر آپ کے ڈرائنگ روم میں پہنچادیا ہے۔ کھلاڑیوں کی ایک ایک حرکت' ہر گیند کی متعدد زاویوں سے لی گئی موویٔ' آوازیں' تاثرات اور میدان میں ہونے والی ہر حرکت آپ اپنے ٹی وی پر دیکھ سکتے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے ناظرین سو فیصد درستگی سے جان لیتے ہیں کہ امپائر نے جو فیصلہ دیا ہے وہ درست ہے یا نہیں۔ نہ صرف ناظرین بلکہ ٹی وی امپائر کے لیے بھی جدید ٹیکنالوجی نے بڑی آسانی پیدا کردی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کرکٹ شائقین اب اسٹیڈیم جانے کے بجائے گھر میں بیٹھ کر میچ دیکھنے کو ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ اس طرح وہ سکون سے اور زیادہ بہتر انداز میں اپنے پسندیدہ اسٹارز کو ایکشن میں دیکھ سکتے ہیں جو کہ میدان میں ممکن نہیں ہے۔ اس چیز نے کرکٹ کو میڈیا کا کھیل بنادیا ہے۔

آج جب برائن لارا چار سو رنز کا تاریخی سنگِ میل عبور کرتا ہے تو ٹی وی کے کروڑوں ناظرین اس کا ایک ایک شاٹ پوری تفصیل سے ملاحظہ کرسکتے ہیں اور ایک ایک رن کی داد دے سکتے ہیں لیکن آج سے تقریباً نصف صدی پہلے جب حنیف محمد نے چار دن تک وکٹ پر کھڑے رہ کر تین سو سینتیس رنز بنانے کا کارنامہ انجام دیا تو پاکستان کے لوگوں کو ایک دن بعد یہ خبر ملی تھی۔ ستم ظریفی دیکھیے' آج اس تاریخ ساز اور ریکارڈ ساز اننگ کی چند ایک تصاویر ہی دستیاب ہیں۔ جن چند ہزار افراد نے اس اننگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا' ان میں سے بھی بیشتر افراد اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ اس لیے اس اننگ کی تفصیلات بھی ہم تک پوری نہیں پہنچی ہیں۔ بس اتنا معلوم ہے کہ حنیف محمد نے تقریباً ایک ہزار منٹ تک کریز پر کھڑے ہوکر یہ اسکور بنایا۔ اس اننگ کے دوران میں انہیں کتنے اعصابی دباؤ سے گزرنا پڑا۔ برق رفتار ویسٹ انڈین بالرز نے انہیں آؤٹ کرنے کے لیے کیا کیا جتن کیے' اس اننگ کے دوران میں وہ کتنے صبر آزما مراحل سے گزرے' کتنی بار جب گیند ان کے پیڈز سے ٹکرائی یا ان کے بلّے کے پاس سے گزری اور فیلڈرز نے گلا پھاڑ کر امپائرز سے اپیل کی (جنہوں نے اس اننگ میں حنیف کے ہر ساتھی کو غلط آؤٹ دیا تھا) تو جب تک امپائر کی طرف سے کوئی ردعمل نہیں آیا اس وقت تک حنیف محمد کے دل پر کیا گزرتی رہی تھی اور جب وہ ٹرپل سنچری بنا کر بریڈ مین اور لین ہٹن کے ریکارڈز کی طرف بڑھ رہے تھے تو ان کی کیا حالت تھی؟

1952ء میں جب پاکستان نے ٹیسٹ کھیلنے والے ملک کی حیثیت حاصل کی تو اس کے اولین ٹیسٹ اسکواڈ میں کمسن حنیف محمد بھی شامل تھے جن کی عمر محض سترہ سال تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب کرکٹ کو معمر افراد کا کھیل کہا جاتا تھا۔ چالیس سال کی عمر کے کھلاڑی ہر ٹیم میں عام ملتے تھے اور فرسٹ کلاس کرکٹ میں تو بے شمار کرکٹرز ایسے تھے جو پچاس برس سے بھی اوپر کے تھے۔ رنجیت سنجھی جیسے عظیم کرکٹر نے ستر سال کی عمر تک کرکٹ کھیلی تھی۔

ایسے میں حنیف محمد اور ان جیسے دوسرے کم عمر کھلاڑیوں کے ساتھ پاکستانی ٹیم تازہ ہوا کے تازہ جھونکے کی طرح وارد ہوئی تھی۔ اس میں شامل زیادہ تر کھلاڑیوں کی عمریں بیس سے پچیس سال کے درمیان تھیں۔ ٹیم کے سب سے معمر رکن خود کپتان عبدالحفیظ کاردار تھے۔ اس وقت کرکٹ پر آسٹریلیا اور انگلینڈ کی طاقت ور ٹیمیں چھائی ہوئی تھیں۔ ان کے بعد ویسٹ انڈیز اور جنوبی افریقہ کا نمبر آتا تھا جبکہ نیوزی لینڈ اور انڈیا کی ٹیمیں سب سے کمزور مانی جاتی تھیں۔ عام طور سے ان کی ہر سیریز کا انجام عبرت ناک شکست ہوتا تھا۔ پاکستان تو بے بی آف کرکٹ تھا اس لیے کرکٹ ماہرین کا خیال تھا کہ اسے اپنی پہلی فتح حاصل کرنے کے لیے ایک عشرے تو انتظار کرنا ہی پڑے گا۔

مگر پاکستان نے اپنی پہلی ہی ٹیسٹ سیریز اور دوسرے ہی ٹیسٹ میں انڈیا کی خود سے کہیں زیادہ طاقت ور ٹیم کو اننگ سے شکست دے کر سب کو حیران کردیا۔ اگرچہ اس فتح میں کلیدی کردار فضل محمود کی شاندار بالنگ اور نذر محمد کی ناقابل شکست سنچری نے ادا کیا تھا لیکن حنیف محمد نے بھی نصف سنچری بنا کر اپنے آنے والے روشن دنوں کی جھلک دکھادی تھی۔ اس فتح نے جہاں ساری دنیائے کرکٹ کو ششدر کردیا تھا' وہاں ماہرین کرکٹ کو بھی اپنے اندازوں پر نظرثانی کرنے پر مجبور کردیا تھا۔

انڈیا کے بعد پاکستان کی ٹیم انگلینڈ کے دورے پر گئی۔ یہ سن 1954ء کا ذکر ہے یعنی پاکستان نے اپنی دوسری سیریز اپنی پہلی سیریز کے دو سال بعد کھیلی تھی۔ اس زمانے میں کرکٹ خاصی محدود تھی اور ون ڈے کرکٹ کا تو سرے سے وجود ہی نہیں تھا اس لیے کھلاڑیوں کے پاس کھیلنے کے محدود مواقع ہوا کرتے تھے اور ان کی کارکردگی میں تسلسل حیران کن ہی کہا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے جب دو تین سال بعد ایک سیریز کھیلنے کو ملے تو تسلسل کہاں قائم رہتا ہے۔ جب پاکستانی ٹیم پہلی بار انگلینڈ پہنچی تو انگلش کرکٹرز نے اسے وہ اہمیت نہیں دی جو وہ آسٹریلیا یا ویسٹ انڈیز کی ٹیموں کو دیتے تھے۔ حالانکہ

پاکستان نے اپنے دوسرے ہی ٹیسٹ میں کامیابی حاصل کی تھی جس کے لیے سوائے آسٹریلیا کے ساری ہی ٹیموں کو خاصے عرصے تک انتظار کرنا پڑا تھا۔ نیوزی لینڈ نے اٹھائیس سال بعد اور ویسٹ انڈیز اور بھارت نے بیس سال بعد ٹیسٹ کرکٹ میں اپنی اولین فتح حاصل کی تھی۔ میچوں کی تعداد کے اعتبار سے یہ ریکارڈ زمبابوے کے پاس ہے اور امید ہے کہ بنگلہ دیش کی ٹیم بھی یہ ریکارڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گی۔ اپنے پچیس کے لگ بھگ میچوں میں اس نے صرف دو ٹیسٹ ڈرا کرائے ہیں باقی سب میں اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

اس لحاظ سے انگریز کرکٹرز اور انگلش ماہرین کا رویہ پاکستانی ٹیم کے ساتھ منصفانہ نہیں تھا۔ انگریز کپتان سر لین ہٹن نے پریس کے سامنے شکوہ کیا کہ اسے ایک کمزور ٹیم کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ پھر ماہرین بھی پاکستانی ٹیم کو معیار میں کم تر اور آسان حریف قرار دے رہے تھے۔ مگر پہلے تو پاکستانی ٹیم نے فرسٹ کلاس میچوں میں اپنی کارکردگی سے ماہرین اور تماشائیوں کو چونکانا شروع کیا۔ یکے بعد دیگرے کئی مضبوط کاؤنٹی ٹیموں کو شکست دی۔ انگلینڈ اور آسٹریلیا میں فرسٹ کلاس کرکٹ کھیلنے والی علاقائی ٹیمیں کسی طرح ٹیسٹ ٹیموں سے کم نہیں ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے سارے ٹیسٹ کھلاڑی باقاعدگی سے اپنی ڈومیسٹک کرکٹ میں حصہ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض کاؤنٹی ٹیمیں معیار کے لحاظ سے ٹیسٹ کھیلنے والی ٹیم کے برابر ہی ہوتی ہیں۔ خاص طور سے ایسکس جیسی مضبوط ٹیم کے خلاف پاکستان نے حیران کن فتح حاصل کی تھی۔ کھیل کے آخری دن چائے کے وقفے پر اپنی دوسری اننگ میں ایسکس کی محض دو وکٹیں گری تھیں اور میچ بہ ظاہر ڈرا کی طرف گامزن تھا۔ مگر فضل محمود نے صحافیوں کے سامنے اعتماد سے کہا کہ ہم اب بھی یہ میچ جیت سکتے ہیں۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔ پرانی ہوجانے والی گیند سے فضل محمود اور خان محمد نے سوئنگ بالنگ کا جادو جگایا اور ایسکس کے بلے باز یکے بعد دیگرے ان کی سحر انگیز بالنگ کا شکار ہوتے چلے گئے اور مقررہ وقت سے پہلے ہی ساری ٹیم آؤٹ ہوگئی۔ پاکستان نے حیرت انگیز انداز میں یہ میچ جیت لیا تھا۔ اگلے دن کے اخبارات اس فتح کے تذکروں سے بھرے ہوئے تھے۔

اس کے باوجود جب پاکستانی ٹیم اوول کے میدان میں اتری تو سب کو یقین تھا کہ انگلینڈ کی مضبوط ٹیم با آسانی بے بی آف کرکٹ کو آؤٹ کلاس کردے گی۔ مگر پاکستان کے حوصلہ مند کھلاڑیوں نے ایک بار پھر انگریزوں کے اندازوں کو غلط ثابت کردیا۔ گراسی اور بالنگ کے لیے سازگار اس وکٹ پر بلے بازی دشوار ترین کام تھا لیکن حنیف محمد نے میچ کی دونوں اننگز میں نصف سنچریاں اسکور کر کے اپنے بالروں کو موقع دیا کہ وہ انگلینڈ پر جوابی حملہ کرسکیں۔ فضل محمود اور خان محمد نے یہ کام بہ خوبی انجام دیا اور دونوں اننگز میں انگلینڈ کو کم اسکور پر آؤٹ کرکے اوول ٹیسٹ تاریخی انداز میں جیت لیا۔ جہاں اس میچ میں فضل محمود کی بارہ وکٹیں فتح گر تھیں وہیں حنیف محمد نے بھی اپنا حصہ بہ خوبی ادا کیا تھا۔ اس پورے انگلش دورے میں حنیف محمد کا بلا رنز اگلتا رہا تھا۔ انہوں نے کئی سنچریاں اور کئی نصف سنچریاں اسکور کی تھیں۔ ٹیسٹ میچوں میں وہ چار نصف سنچریاں بنانے میں کامیاب رہے تھے۔ اس کے بعد پاکستان نے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی ٹیموں کو اپنی سرزمین پر ٹیسٹ سیریز میں شکست دی۔ خاص طور سے آسٹریلیا کی مضبوط ترین ٹیم جورچی بینو کی قیادت میں پاکستان آئی تھی۔ کراچی کے واحد ٹیسٹ میں اسے ایک اننگ اور چھیاسی رنز کی بھاری شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مرد میدان ایک بار پھر فضل محمود تھے۔

کاردار، وزیر محمد اور امتیاز احمد جیسے بلے بازوں کی

موجودگی میں حنیف محمد کی کارکردگی اچھی ضرور تھی مگر اتنی نمایاں نہیں تھی کہ ماہرین کو چونکا سکتی۔ اب تک وہ حنیف محمد کو ایسا نوجوان کھلاڑی سمجھتے تھے جو اسٹیمنا اور توجہ تو کمال درجے کی رکھتا ہے لیکن اس کے پاس اسٹروکس کی کمی ہے۔ وہ اب تک ٹیسٹ کرکٹ میں کوئی بڑی اننگ کھیلنے میں ناکام رہے تھے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ زیادہ تر میچ تیز وکٹوں پر ہوتے تھے اور پاکستان کا مقابلہ بھی عالمی معیار کی ٹیموں سے تھا جن کے پاس اعلیٰ درجے کے بالرز تھے۔ میچوں کے درمیان طویل وقفہ بھی حنیف محمد کی کارکردگی پر اثرانداز ہو رہا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حنیف محمد کو اب تک ان کی پسند کی جگہ یعنی اوپنر کی پوزیشن نہیں ملی تھی۔ ان عوامل نے مل کر ان کی بلے بازی کو ذرا بجھا سا دیا تھا۔

1957ء میں جب پاکستان کی ٹیم ویسٹ انڈیز کے دورے پر روانہ ہوئی تو سلیکٹرز نے پہلی بار حنیف محمد کو مستقل اوپنر کے طور پر کھلانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس سے پہلے وہ عارضی طور پر اوپنر کی حیثیت سے کھیلتے رہے تھے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ حنیف محمد کی پاکستانی ٹیم میں شمولیت ایک وکٹ کیپر کے طور پر ہوئی تھی۔ وہ ایک ماہر بلے باز کے طور پر اپنی جگہ بعد میں بنانے میں کامیاب ہوئے تھے' جب امتیاز احمد ٹیم میں مستقل وکٹ کیپر کے طور پر شامل ہوئے۔ ایسے عجوبے ہماری کرکٹ میں عام ہیں۔ مثال کے طور پر عظیم بلے باز ماجد خان فاسٹ بالر کے طور پر پاکستانی ٹیم میں شامل ہوئے تھے اور بہترین بلے باز مشتاق محمد کو لیگ اسپنر کی حیثیت سے اولین ٹیسٹ کھلایا گیا تھا اور تازہ ترین مثال شاہد آفریدی کی ہے۔ ایک لیگ اسپنر کو بلے باز اور اوپنر کی حیثیت سے کھلایا جاتا ہے اور اس کا کیریئر برباد کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ راقم کی رائے میں شاہد آفریدی میں ایک اچھا اور فتح گر لیگ اسپنر بننے کی تمام خوبیاں ہیں۔ بے حد تیز بالنگ ایکشن کے ساتھ اسے گیند پر اچھا کنٹرول اور اسپن پر عبور حاصل ہے۔ اس کی تیز رفتار گیند جو کسی فاسٹ بالر کی بال سے کم تیز نہیں ہوتی' اس کا بہترین خفیہ ہتھیار ہے۔ لیکن افسوس' بورڈ' ٹیم کے کوچز اور خود شاہد آفریدی نے بلے باز بننے کی کوشش میں خود کو بین الاقوامی کرکٹ میں بہت نمایاں نہیں کیا۔ حالانکہ بنا کسی مناسب کوچنگ کے اس کا بین الاقوامی کرکٹ میں آنا' اس کی بہترین خداداد صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

خیر بات ہو رہی تھی حنیف محمد کی۔ ان کی ساری تربیت ایک اچھے بلے باز کے طور پر ہوئی تھی۔ ان کے اسکول کے کوچ نے ان کی خامیاں دور کرنے کے لیے بہت محنت کی تھی اور حنیف محمد نے بھی ان کی محنت کا پاس رکھا اور اپنی ساری توجہ بلے بازی پر مرکوز رکھی۔ اس کے باوجود جب پاکستان کو ٹیسٹ اسٹیٹس ملا تو کچھ حلقے حنیف محمد کی فرسٹ کلاس کرکٹ کی کارکردگی نظرانداز کر کے ٹیم میں ان کی شمولیت کی مخالفت کر رہے تھے۔ بہانہ ان کی کم عمری کو بنایا گیا اور مجبوراً سلیکٹرز کو ایک اچھے بلے باز کو وکٹ کیپر کی حیثیت سے کھلانا پڑا تھا۔ کیونکہ وہ بہرصورت حنیف کو ٹیم میں شامل کرنا چاہتے تھے اور مخالفت کرنے والوں کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔

چند سیریز میں حنیف نے اپنی صلاحیتوں کو منوا لیا تھا اور پھر اب ان کی کم عمری بھی جواز نہیں رہی تھی۔ اکیس سال کی عمر میں وہ میچور بلے باز کا روپ دھار چکے تھے۔ 20 دسمبر 1957ء کو جب پاکستانی ٹیم بحری جہاز کے ذریعے ایک طویل سفر پر ایک نئی سرزمین کی طرف روانہ ہوئی تو حنیف محمد اس کے لازمی رکن تھے۔ بحر اوقیانوس کے طوفانی سمندر میں چھوٹے چھوٹے بے شمار جزائر ہیں۔ ایک زمانے میں یہ جزائر برطانیہ کی عمل داری میں تھے۔ ان جزائر پر صدیوں سے آباد مقامی باشندوں کو اسپینی حملہ آور پہلے ہی ختم کر چکے تھے یا ان کی آبادی اتنی کم ہو چکی تھی کہ وہ ان جزائر کی ترقی کے لیے کسی قسم کا کردار ادا کرنے سے قاصر تھے۔ لہٰذا برطانوی تجار نے افریقہ کے ساحلوں سے جفاکش سیاہ فاموں کو اتنی بڑی تعداد میں لاکر یہاں پر آباد کیا کہ ان جزائر کی غالب آبادی سیاہ فاموں پر مشتمل ہوگئی۔ جب دنیا سے برطانوی استعمار کا خاتمہ ہوا تو انہوں نے روایتی مکاری سے کام لیتے ہوئے ان جزائر کو کسی ایک ملک کی صورت میں آزاد کرنے کے بجائے الگ الگ ملکوں کی صورت میں آزاد کیا۔ حالانکہ چند مربع میل پر پھیلے اور چند لاکھ نفوس کی آبادی پر مشتمل یہ جزائر آزاد ملک سے زیادہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر ملک کا الگ پرچم اور الگ حکومت ہے۔ یہ ہیں ویسٹ انڈیز یا جزائر غرب الہند۔

لیکن ایک معاملے میں ان ممالک نے اتحاد کیا اور ایسا اتحاد کیا جو مثالی بن گیا۔ ان میں سے ہر ملک کرکٹ کھیلتا ہے لیکن کم آبادی کی وجہ سے ان کے لیے ممکن نہیں ہے کہ ہر ملک الگ الگ کرکٹ کھیلنے کے لیے ٹیسٹ ٹیم کا درجہ حاصل کر سکے چنانچہ انہوں نے مل کر ایک ٹیم بنائی جس کا نام اپنے جزائر کے مجموعہ کے نام پر ویسٹ انڈیز رکھا گیا اور یہ اتحاد صرف کرکٹ کے معاملے میں ہے ورنہ باقی کھیلوں میں ان ممالک کی الگ الگ ٹیمیں بین الاقوامی مقابلوں میں حصہ لیتی ہیں۔

اس وقت پاکستانی کھلاڑیوں کو ویسٹ انڈیز کے بارے

میں تفصیلات کا علم نہیں تھا۔ ان میں سے بیشتر کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ ایک ملک ہے یا الگ الگ ممالک ہیں اور کس براعظم میں شامل ہیں' وہاں کا موسم کیسا ہے اور وکٹیں کیسی ہوتی ہیں۔ ان سب باتوں سے ہمارے کھلاڑی تقریباً ناواقف تھے۔ انگلینڈ کے تجربے کے پیشِ نظر تقریباً سب ہی کھلاڑیوں نے سوئٹر اور گرم کپڑے ساتھ لیے تھے۔ مگر جب وہ جزائر ویسٹ انڈیز کے پاس پہنچے تو گرمی کی شدت نے انہیں بوکھلا دیا تھا۔ خطِ استوا سے نزدیک ہونے کی وجہ سے یہاں سارے سال ہی گرمی پڑتی ہے۔ بارشیں بے پناہ ہوتی ہیں اور بارش کے بعد موسم کسی قدر خوشگوار ہو جاتا ہے لیکن جیسے ہی دھوپ نکلتی ہے' دوبارہ شدت کی گرمی پڑنے لگتی ہے۔ اس طویل دورے میں پاکستانی ٹیم کو چھ ٹیسٹ میچز اور درجن بھر سائیڈ میچز کھیلنا تھے۔ دورے کا آغاز حسبِ روایت فرسٹ کلاس میچوں سے ہوا۔

اپنے اولین فرسٹ کلاس میچ میں حنیف کوئی بڑی اننگ کھیلنے میں کامیاب نہیں ہوئے لیکن اپنے ٹمپرامنٹ اور تکنیک سے سب کو متاثر کیا۔ اسی وقت ویسٹ انڈین ماہرین نے بھانپ لیا کہ ان کی ٹیم کی فتح میں سب سے بڑی رکاوٹ حنیف محمد ثابت ہوں گے۔ انہوں نے حنیف محمد کو ایورٹن ویکس' سرفرینک وورل اور سرلین ہٹن کے پائے کا کھلاڑی قرار دیا تھا۔

17 جنوری کو پہلا ٹیسٹ بارباڈوس کے دارالحکومت کنگسٹن کے اوول پارک میدان پر کھیلا گیا۔ اپنی فاسٹ بالنگ کی بیٹری' خاص طور سے ''رفتار کا طوفان'' گلکرائسٹ کی موجودگی کی وجہ سے ویسٹ انڈین بورڈ نے اوول پارک پر بلے بازی کے لیے موزوں پچ کا انتخاب کیا۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے بلے باز اس وکٹ میں پوشیدہ رنز کے خزانے کھود نکالیں گے اور ان کے بالرز پاکستان کی ناتجربے کار بیٹنگ لائن کو تہس نہس کر دیں گے۔ میچ کے پہلے ڈھائی دن ان کا اندازہ بالکل درست ثابت ہوا تھا۔ جس ٹیم میں ایورٹن ویکس' فرینک وورل اور الیگزینڈر جیسے بلے باز ہوں اسے بڑا اسکور بنانے سے کون روک سکتا تھا۔ وکٹ کی سطح شیشے کی طرح ہموار اور ایسی چمک دار تھی کہ ذرا سی کوشش سے اس میں اپنی صورت بھی دیکھی جا سکتی تھی۔

کاردار اس روز چونتیس برس کے ہو گئے تھے اور سالگرہ والے دن وہ ویسٹ انڈین کپتان الیگزینڈر سے ٹاس ہار گئے جس نے فوری طور پر پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے بلے بازوں نے فضل محمود' محمود حسین اور نسیم الغنی پر مشتمل معیاری بالنگ اٹیک کو دھن کر رکھ دیا۔ کونریڈ ہنٹ اور ایورٹن ویکس نے سنچریاں بنا ڈالیں اور محض پانچ سیشن اور ایک گھنٹے کے کھیل میں ویسٹ انڈین بلے بازوں نے 579 رنز کا پہاڑ سا ہدف کھڑا کر دیا۔ پاکستانی بالروں نے وکٹیں ضرور گرائیں لیکن وہ رنز کی رفتار روکنے میں ناکام رہے۔ اس میں ایک حد تک قصور وکٹ کا بھی تھا' جو بلے بازی کے لیے مادر مہربان تھی تو بالروں کے لیے اس کا رویہ سوتیلی ماں سے کم نہیں تھا۔

مگر جب ویسٹ انڈین ٹیم کے بعد پاکستان کی باری آئی تو یک لخت مادر مہربان کا رویہ بدل گیا اور اس میں زیادہ قصور پاکستانی بلے بازوں کی جلد بازی کا تھا۔ انہوں نے سکون سے ٹک کر بلے بازی کرنے کی کوشش ہی نہیں کی اور یکے بعد دیگرے آؤٹ ہوتے چلے گئے۔ گلکرائسٹ نے بہت اچھی فاسٹ بالنگ کی۔ اس کے ساتھیوں نے اس کا بھرپور ساتھ دیا اور پوری پاکستانی ٹیم ایک سو چھ رنز کے معمولی اسکور پر آؤٹ ہو گئی یعنی ویسٹ انڈین اسکور سے چار سو تہتر رنز پیچھے تھی اور ابھی اسے اننگ کی شکست سے بچنے کے لیے اتنے رنز کی ضرورت تھی اور پورے ساڑھے تین دن کا کھیل باقی تھا۔ ماہرین نے شکست کو پاکستان کا مقدر قرار دے دیا تھا۔

جب کسی ٹیم کو اس قسم کی صورتِ حال کا سامنا ہو اور حالات اتنے ناموافق ہوں تو عام طور سے شکست ہی مقدر بنتی ہے۔ پاکستانی ڈریسنگ روم پر ایک مایوسی سی طاری تھی۔ ایک سو چھ رنز کے معمولی اسکور پر آؤٹ ہونا ان کے لیے باعث شرم تھا۔ حنیف محمد سر جھکائے دوسری اننگ کی تیاری کر رہے تھے۔ ان کے چہرے پر غور و فکر کے آثار تھے۔ امتیاز احمد کسی قدر غصے میں نظر آ رہے تھے۔ پہلی اننگ میں جہاں پاکستانی بلے بازوں کی جلد بازی اور ویسٹ انڈین بالرز کی نپی تلی بالنگ نے پاکستان کو ہزیمت سے دوچار کیا تھا' وہیں امپائرز کے بعض فیصلے بھی پاکستان کے خلاف گئے تھے۔ امتیاز احمد ایسے ہی ایک فیصلے کا شکار ہو گئے تھے اور ان کے ارادے دوسری اننگ کے لیے جارحانہ نظر آ رہے تھے۔

''ساتھیو!'' اچانک کاردار نے کہا ''اس طرح منہ لٹکا کر کیوں بیٹھے ہو۔ کرکٹ میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔ اگر ہم ہمت سے کام لیں تو میچ بچانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اگر ہاریں بھی تو مقابلہ کر کے ہاریں گے۔''

''ہاں' ہم میچ تھالی میں سجا کر انہیں نہیں دیں گے'' سعید احمد نے کہا۔

''بہ شرطیکہ امپائرز ہاتھ نہ دکھائیں'' فضل محمود بھی ناقص امپائرنگ سے نالاں تھے۔ ویسٹ انڈین اننگ کے دوران

میں انکی کئی زوردار اپیلوں کو امپائرز نے مسترد کردیا تھا۔

''امپائرز اور ویسٹ انڈین کھلاڑی کچھ نہیں کرسکتے'' کاردار نے اعتماد سے کہا تھا۔ ''بشرطیکہ ہم محنت سے کھیلیں۔ وکٹ پر رکیں اور کوئی غیر ضروری شاٹ نہ کھیلیں۔ ہمیں ایک کھلاڑی کی طرف سے بھرپور اسٹینڈ کی ضرورت ہے جو وکٹ پر رکا رہے اور ٹیم کو سہارا دے۔''

سب کی نظریں حنیف محمد کی طرف اٹھ گئی تھیں۔ ٹیم میں وہی ایک ایسے کھلاڑی تھے جو پوری ثابت قدمی سے وکٹ پر رکنے کا ہنر جانتے تھے۔ وہ آہستہ سے مسکرائے ''میں ہر ممکن کوشش کروں گا۔''

کاردار کا شمار پاکستان کے بہترین کپتانوں میں ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ ان کی قیادت تھی کہ پاکستان کی ناتجربے کار ٹیم نے ہر ٹیسٹ ٹیم کو اولین سیریز میں کم سے کم ایک ٹیسٹ ضرور ہرایا۔ بلکہ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے خلاف وہ اولین سیریز جیتنے میں بھی کامیاب رہے تھے۔ بھارت اور ویسٹ انڈیز سے سیریز میں ان کے ملک میں شکست کھائی تھی اور انگلینڈ سے سیریز برابر رہی تھی۔ اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ بھارت اور ویسٹ انڈیز میں امپائرنگ کا معیار کیا ہے۔ کاردار اپنے ساتھیوں میں جوش وولولہ پیدا کرنے کا فن جانتے تھے۔ ساتھ ہی وہ میچ میں مقابلے کی اسپرٹ برقرار رکھتے تھے۔ ان کا عزم ہمیشہ فتح کے لیے ہوتا تھا۔ ان کی قیادت میں پاکستانی کرکٹ ٹیم کے اولین دس سال بلاشبہ سنہرے سالوں میں سے تھے۔ اس دوران میں پاکستان نے 23 ٹیسٹ میچز کھیلے اور ان میں سے چھ جیتے' اتنے ہی ہارے اور باقی میچز ڈرا ہوئے۔ ان میں سے بھی اکثر موسم کی خرابی یا حد سے زیادہ بیٹنگ وکٹ کی وجہ سے ڈرا ہوئے تھے۔ اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ کاردار مثبت کرکٹ کے قائل تھے۔ وہ میچ کو فتح کے لیے کھیلا کرتے تھے۔ ان کے بعد آنے والے کپتانوں میں سے اکثر اس جارحانہ اسپرٹ سے محروم پائے گئے اور یہی چیز پاکستانی کرکٹ کے زوال کا باعث بنی۔ کسی حد تک عمران خان کے دور میں پاکستانی ٹیم میں یہ اسپرٹ دیکھنے میں آئی تھی۔ کاردار کی ولولہ انگیز باتوں نے ڈریسنگ روم سے مایوسی کے بادل چھانٹ دیے تھے۔ اور اوپنرز اس عزم کے ساتھ وکٹ کی طرف روانہ ہوئے کہ وہ فتح تحفے میں نہیں پیش کریں گے۔

ویسٹ انڈین تماشائی اور کھلاڑی متوقع فتح کے نشے سے سرشار تھے۔ انہوں نے سوچ رکھا تھا کہ شاید وہ پہلی اننگ کا ایکشن ری پلے کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے اور تیسرے دن ہی میچ کا فیصلہ ہوجائے گا۔ انہوں نے پاکستانی کھلاڑیوں کے رویے پر غور ہی نہیں کیا جو قطعی بدلا ہوا تھا۔ حنیف محمد غضب کے پُرسکون تھے تو امتیاز احمد کچھ کر دکھانے کے لیے بےتاب تھے۔ انہوں نے جاتے ہی گلکرائسٹ کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اب تک ویسٹ انڈین تماشائی اپنے ہی کھلاڑیوں کو جارحانہ بلے بازی کرتے دیکھتے رہے تھے مگر امتیاز احمد کی جارحانہ بلے بازی نے انہیں ششدر کردیا۔ گلکرائسٹ اپنے دور کا تیز ترین بالر تھا اور کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی غیر ملکی کھلاڑی اسے یوں بھی کھیل سکتا ہے۔ اس وقت ہیلمٹ نہیں ہوتے تھے۔ دستانے اور پیڈز بھی بس گزارے لائق ہوا کرتے تھے۔ ان حالات میں فاسٹ بالرز کو کھیلنا ہی بڑا کارنامہ سمجھا جاتا تھا۔ امتیاز نے اپنے مخصوص انداز میں زوردار اسٹروکس کھیلے اور تماشائیوں کا دل جیت لیا جو میچ کو ختم سمجھ رہے تھے۔

20 جنوری کی سہ پہر ڈھائی بجے پاکستان نے اپنی دوسری اننگ کا آغاز کیا تھا اور ابھی نصف دن کا کھیل باقی تھا۔ پچ بھی روز اول جیسی نہیں رہی تھی اور اس میں کئی جگہ گڑھے پڑگئے تھے۔ خاص طور سے جہاں زیادہ گیندیں گرتی تھیں اور جہاں بالروں کے پیروں کے نشان بنتے تھے' وہاں سے پچ خاصی خراب ہوگئی تھی۔ فاسٹ بالرز کے لیے اس میں اب بھی کچھ نہیں تھا لیکن اسپنرز کے لیے وکٹ میں تھوڑی جان پیدا ہوگئی تھی۔ ویسٹ انڈین کپتان مطمئن تھا کہ جب اس کے فاسٹ بالرز اپنا کام کرلیں گے تو اس کا مستند اسپنر ایرک پاکستانی کھلاڑیوں کو اپنی پرفریب اسپن بالنگ کا نشانہ بناسکے گا۔ وہ محض دو قدم کے اسٹارٹ سے بڑی اچھی بالنگ کرتا تھا۔ اس کا ساتھ دینے کے لیے فرینک دورل تھے۔

مگر حنیف محمد اور بالخصوص امتیاز احمد نے سب کو حیران کردیا۔ کہاں تو پوری ٹیم ہی ایک سو چھ کے معمولی اسکور پر آؤٹ ہوگئی تھی اور کہاں ایک سو باون رنز تک ویسٹ انڈین بالرز دونوں اوپنرز میں سے کسی ایک کو بھی آؤٹ کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ امتیاز نے گلکرائسٹ سے اپنی پہلی اننگ کی ناانصافی کا بھرپور بدلہ لیا۔ وکٹ پر ان کے اسٹروکس دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ ویسے بھی امتیاز احمد کو صحیح معنوں میں جارحانہ انداز میں کھیلنے والے پہلے پاکستانی بلے باز ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ نیوزی لینڈ کے خلاف وہ آٹھویں نمبر پر کھیلتے ہوئے تیز رفتار ڈبل سنچری بنا چکے تھے۔

ایسا لگ رہا تھا کہ اوپنرز تیسرا دن بنا کسی نقصان کے گزار دیں گے۔ حنیف اور امتیاز کی کارکردگی نے شائقین کو

بھی ان کا گرویدہ کر دیا تھا۔ یقینی شکست کے دباؤ میں ایسا کھیل انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد گیند بلے سے ٹکرا کر باؤنڈری کا رخ کر رہی تھی۔ امتیاز کی جارحیت کے مقابلے میں حنیف سکون سے کھیل رہے تھے۔ جو گیند وکٹوں سے باہر ہوتی اسے چھوڑ دیتے۔ وکٹوں میں آتی گیند کو وہ ہر ممکن احتیاط سے کھیلا کرتے تھے اور جو گیند شاٹ کھیلنے کے لائق ملتی اس پر اتنی خوبصورتی سے شاٹ کھیلتے کہ تماشائی بے اختیار داد دینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ گلکرائسٹ اور ڈینس ایٹکنسن کی خطرناک تیز گیندیں انہیں متاثر کرنے میں قطعی ناکام رہی تھیں۔ رفتہ رفتہ ویسٹ انڈین کھلاڑیوں کا جوش و خروش اور فوری جیت کا یقین ماند پڑنے لگا۔ انہیں جیتا ہوا میچ ڈرا کی طرف جاتا نظر آنے لگا تھا۔ ایسے میں امپائر ایک بار پھر بالر کی مدد کے لیے آگے آئے۔ پہلی اننگ کی طرح گلکرائسٹ کی ایک بال امتیاز احمد کے پیڈز سے ٹکرائی۔ گیند لیگ اسٹمپ سے خاصی باہر تھی' اس کے باوجود گلکرائسٹ نے چلا کر اپیل کی۔ اتنی دیر سے وکٹ پر موجود امتیاز احمد خاصی حد تک مطمئن تھے اور انہیں امپائرنگ پر بھی اعتماد ہو چلا تھا اس لیے جب ویسٹ انڈین امپائر نے انگلی فضا میں بلند کی تو وہ ششدر رہ گئے۔ خود بالر بھی اس طرح آؤٹ دیے جانے پر حیران ہوا تھا' اس نے تو مایوسی کے عالم میں اضطراری طور پر اپیل کی تھی۔ امپائر نے گویا موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اس زمانے میں ٹی وی تو تھا نہیں کہ ایکشن ری پلے کا سوال پیدا ہوتا۔ اس کے باوجود تماشائیوں نے صاف محسوس کیا کہ امتیاز کو غلط آؤٹ دیا گیا ہے اور اس پر بارباڈوز کے عوام نے برملا ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ حالانکہ وہاں کے عوام جنون کی حد تک اپنی ٹیم کو فاتح دیکھنے کے خواہش مند ہوتے ہیں اور اس کے لیے وہ ہر حربہ استعمال کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

امتیاز کے پویلین سے لوٹ آنے پر سارے ہی پاکستانی کھلاڑی تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے گویا ان کا مقابلہ ایک ایسی ٹیم سے تھا جس میں گیارہ کے بجائے تیرہ کھلاڑی کھیل رہے تھے۔ امتیاز احمد اپنی سنچری سے صرف نو رنز کے فاصلے پر تھے اور 91 رنز پر امپائر کے نامنصفانہ فیصلے نے ایک خوب صورت اننگ کو قبل از وقت ختم کر دیا تھا۔ اگلے آنے والے بلے باز علیم الدین تھے۔ انہوں نے حنیف محمد کے ساتھ مل کر وہ دن پوری احتیاط سے گزارنے کا فیصلہ کیا۔ ویسے بھی چند منٹ کا کھیل باقی رہ گیا تھا۔ دونوں سر جھکا کر ہر بال کو اس کے میرٹ پر کھیلتے رہے اور جب اس دن کا کھیل ختم ہوا تو پاکستان کا اسکور ایک وکٹ کے نقصان پر ایک سو باسٹھ رنز تھا۔

ابھی تین دن کا کھیل باقی تھا اور کرکٹ میں تو چند اوورز میں پانسا پلٹ جاتا ہے۔ گویا پاکستانی ٹیم کو شکست سے بچنے کے لیے ابھی خاصا طویل سفر طے کرنا تھا۔ میچ کھیل کر جب پاکستانی ٹیم واپس ہوٹل جا رہی تھی تو عوام سڑکوں پر جمع ہو کر اس دن کے کھیل پر تبصرہ کر رہے تھے۔ تقریباً ہر شخص نے پاکستانی ٹیم کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں اگلے روز مزید محتاط ہو کر کھیلنے کا مشورہ دیا۔ اس روز ایسا لگ رہا تھا جیسے پاکستانی ٹیم اپنے ہی ملک میں کھیل رہی ہے۔ عوام کا رویہ اپنے امپائروں کے مقابلے میں کہیں سپورٹنگ اور منصفانہ تھا۔

اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ اوول پارک کا اسٹیڈیم زیادہ بڑا نہیں تھا۔ وہاں تماشائیوں کے بیٹھنے کی محدود گنجائش تھی اور میچ دیکھنے کے خواہش مندوں کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ جن لوگوں کو اندر جانے کے لیے ٹکٹ نہیں ملا انہوں نے میچ دیکھنے کے لیے میدان سے باہر اونچی جگہیں تلاش کیں۔ اسٹیڈیم کے چاروں طرف بلند درخت شاید اسی مقصد کے لیے تھے کہ لوگ ان پر چڑھ کر میچ دیکھ سکیں۔ درخت تو بے شمار تھے مگر دیکھنے والوں کی تعداد بھی اتنی زیادہ تھی کہ ان کے لیے درخت کم پڑ جاتے تھے۔ ایک ویسٹ انڈین تماشائی بہ مشکل ایک درخت پر جگہ حاصل کر سکا تھا۔ یہ شاخ خاصی پتلی سی تھی اور اس پر بیٹھنے کے لیے خاصی احتیاط کی ضرورت تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے درخت کی دوسری شاخ تھام رکھی تھی۔ یہ تماشائی صرف حنیف محمد کی بلے بازی دیکھنے کے لیے اس خطرناک جگہ بیٹھا تھا۔ ایک بار حنیف محمد نے کسی بالر کو کور ڈرائیو کیا۔ شاٹ اتنا خوب صورت تھا کہ اس تماشائی نے بے اختیار ہاتھ شاخ سے ہٹا کر تالی بجا کر داد دی۔ نتیجہ ظاہر ہے' وہ سر کے بل زمین پر آ رہا اور گرتے ہی بے ہوش ہو گیا۔

اس تماشائی کو فوری طور پر اسپتال پہنچایا گیا۔ جہاں ڈاکٹروں نے اس کے سر کی مرہم پٹی کر دی تھی مگر اسے ہوش نہیں آیا۔ اسے انتہائی نگہداشت کے شعبے میں رکھا گیا۔ اسے پورے چوبیس گھنٹے بعد ہوش آیا اور اس نے ہوش میں آتے ہی پہلا سوال یہ کیا تھا کہ حنیف محمد کھیل رہے ہیں یا آؤٹ ہو گئے؟ جب اسے بتایا گیا کہ وہ ابھی کھیل رہے ہیں تو تماشائی دوبارہ بے ہوش ہو گیا۔ اسے حادثہ کھیل کے تیسرے دن شام کے وقت پیش آیا تھا اور اسے چوتھے دن شام کے وقت ہوش آیا تھا۔ دوبارہ بے ہوش ہونے کے بعد اسے پھر چوبیس گھنٹے تک ہوش نہیں آیا۔ ڈاکٹرز حیران تھے کہ یہ کس قسم کی بے ہوشی ہے۔ کیونکہ تماشائی کو بہ ظاہر کوئی سنگین چوٹ نہیں

آئی تھی۔ اسے دوسری بار میچ کے پانچویں دن ہوش آیا اور اس نے دوبارہ وہی سوال کیا اور جب اسے پہلے والا جواب ملا تو وہ دوبارہ غشی کی حالت میں چلا گیا۔ صورت حال ایسی دلچسپ تھی کہ بات اخبارات تک جا پہنچی اور لوگ کرکٹ اور حنیف کے اس دیوانے کو دیکھنے کے لیے اسپتال آنے لگے۔ بالآخر جب اسے میچ کے چھٹے دن ہوش آیا اور اسے بتایا گیا کہ حنیف محمد آؤٹ ہوگئے ہیں تب کہیں جاکر اس کے حواس پوری طرح بحال ہوئے تھے۔ پتا نہیں وہ حنیف کا دیوانہ تھا یا بار بار صدمے سے بے ہوش ہو رہا تھا۔ بہرحال میچ کے بعد حنیف محمد بھی اس کی مزاج پرسی کے لیے اسپتال گئے تھے۔

چوتھے دن کھیل کے آغاز پر ویسٹ انڈین بالرز پرامید تھے۔ انہیں علیم الدین سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ زیادہ دیر تک کر بلے بازی کر سکیں گے۔ پچھلی اننگ میں بھی وہ ایک غیر ذمے دارانہ شاٹ کھیلتے ہوئے آؤٹ ہوئے تھے۔ جب اسکور رفتہ رفتہ آگے بڑھا اور علیم بھی پچھلی اننگ کے برعکس صبر و سکون سے کھیلتے رہے تو ویسٹ انڈین بالرز پر مایوسی طاری ہونے لگی تھی۔ علیم اور حنیف کی جوڑی کسی قدر سست روی سے لیکن مستقل مزاجی کے ساتھ اننگ آگے بڑھا رہی تھی۔ امتیاز احمد کے آؤٹ ہونے کے بعد رنز بنانے کا کام حنیف نے سنبھال لیا تھا۔ ان کے اسٹروکس اور فیلڈرز کے درمیان سے بال نکالنا قابل دید منظر ہوا کرتا تھا۔ عجیب بات تھی، وہ غیر ملکی کھلاڑی تھے اور ابھی ان کی اننگ بھی زیادہ آگے نہیں بڑھی تھی لیکن تماشائی ان کے ہر اسٹروک پر کھل کر داد دے رہے تھے۔ رنز بنے نہ بنے انہیں حنیف کی بلے بازی سے غرض تھی۔

چوتھے دن پاکستان کی اننگ سست رہی لیکن ویسٹ انڈین بالروں کے حصے میں وکٹ بھی صرف ایک ہی آئی تھی۔ علیم الدین لنچ کے فوراً بعد دو سو چونسٹھ کے اسکور پر آؤٹ ہوگئے۔ انہوں نے حالانکہ.... ذاتی طور پر صرف سینتیس (37) رنز ہی بنائے تھے لیکن انہوں نے نہ صرف تین گھنٹے تک حنیف محمد کا ساتھ دیا اور ان کی سنچری بنوانے میں مدد دی بلکہ پاکستان کے لیے ایک اور سنچری کی شراکت قائم کی۔ حنیف اور علیم کی شراکت میں ایک سو بارہ رنز کا اضافہ ہوا تھا۔ حنیف نے اپنی سنچری لنچ سے ذرا پہلے مکمل کی تھی۔ اس میچ میں پہلے بھی دو سنچریاں بن چکی تھیں لیکن تماشائیوں اور خود ویسٹ انڈین کھلاڑیوں نے اس سنچری کی دل کھول کر داد دی۔ یہ داد سنچری سے زیادہ حنیف کے صبر و استقامت پر تھی۔ وہ گزشتہ پانچ گھنٹے سے کریز پر تھے اور ابھی انہیں مزید لمبا سفر طے کرنا تھا۔ تیسرے دن کے کھیل میں پاکستان نے 167 رنز کا اضافہ کیا۔ امتیاز احمد کے آؤٹ ہونے کے بعد رنز بنانے کی رفتار پر واقعی برا اثر پڑا تھا۔ پہلے ایک سو ساٹھ رنز صرف آدھے دن کے کھیل میں بن گئے تھے جبکہ اگلے نصف رنز اس سے دوگنے وقت میں بنے مگر اس وقت اہمیت رنز کی نہیں بلکہ وکٹ پر کھڑے رہنے کی تھی اور یہ کام پاکستانی بلے بازوں نے بہ خوبی انجام دیا تھا۔ انہوں نے بالروں کے ساتھ امپائروں کو بھی کوئی موقع نہیں دیا تھا۔

اب بھی ویسٹ انڈیز کی پہلی اننگ کی برتری ختم کرنے کے لیے سوا سو سے زیادہ رنز کی ضرورت تھی۔ اطمینان بخش بات، جس نے پاکستانیوں کا حوصلہ بلند رکھا تھا وہ حنیف محمد کی وکٹ پر موجودگی تھی۔ اس وقت تک وہ کوئی ساڑھے چار سو منٹ تک بلے بازی کر کے ایک سو اکسٹھ رنز 161 رنز بنا چکے تھے۔ بال پرانی ہونے کے سبب گلکرائسٹ اس مردہ وکٹ پر کوئی خاص تاثر چھوڑنے میں ناکام رہے تھے لیکن میڈیم پیسر ایرک ایٹکنسن اور اسپنر ڈینس نے خاصی اچھی بالنگ کرائی اور وکٹ سے اسپن حاصل کیا تھا۔ مگر وہ حنیف اور پھر سعید احمد کے اعتماد کو متزلزل کرنے میں ناکام رہے جو علیم الدین کے آؤٹ ہونے کے بعد کھیلنے آئے تھے۔ سعید احمد بعد کے سالوں میں پاکستان کے ایک اچھے مڈل آرڈر بلے باز ثابت ہوئے۔ اس وقت وہ بھی بالکل نوجوان تھے اور پہلی بار کوئی ٹیسٹ سیریز کھیل رہے تھے۔

حنیف محمد کتابی بلے بازی کا بہترین مظاہرہ کر رہے تھے۔ چھوڑنے والی بال کو چھوڑ دیتے، روکنے والی بات روک لیتے اور جو بال اسٹروک کی مستحق ہوتی تھی اسے ضرور اسٹروک سے نوازتے۔ ان کا فٹ ورک لاجواب تھا اور توجہ مثالی۔ چوتھے دن کھیل کے اختتام تک وہ اسٹیڈیم میں موجود ہر فرد کے ہیرو بن چکے تھے اور جب تماشائی واپس اپنے گھروں کو جا رہے تھے تو وہ یہ ارادہ پہلے ہی کر چکے تھے کہ اگلے دن حنیف محمد کی بیٹنگ دیکھنے آئیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ پانچویں دن کا کھیل شروع ہوا تو اسٹیڈیم تو اپنی گنجائش سے کچھ زیادہ بھرا ہوا تھا ہی، اردگرد دستیاب ہر ایسی جگہ پر لوگ ہی لوگ نظر آتے تھے جہاں سے میدان نہ سہی اس کے وسط میں وکٹ ہی نظر آتی ہو۔

پانچویں دن جب کھلاڑی میدان میں آئے تو وکٹ بدستور بلے بازوں پر مہربان تھی۔ اگرچہ اب اس پر رنز اسکور کرنا ذرا مشکل ہو رہا تھا یعنی اگر کوئی کھلاڑی رکنے کا ارادہ کر لے تو کسی بھی بالر کے لیے اسے آؤٹ کرنا دشوار ترین کام ثابت ہو سکتا تھا۔ کھیل کا آغاز ہی سست روی سے ہوا۔ حنیف

اور سعید پوری توجہ وکٹ پر ٹھہرنے پر مرکوز کیے ہوئے تھے۔ حنیف خاص طور سے اب اتنے سیٹ ہو چکے تھے کہ انہیں کسی بالر سے ڈر محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ ہاں امپائرز کا خوف ضرور تھا۔ اب تک وہ چار فیصلے پاکستانی بلے بازوں کے خلاف دے چکے تھے اور تقریباً اتنی ہی بار ویسٹ انڈین بلے بازوں کو آؤٹ نہیں دیا گیا تھا۔

بیٹ اور بال کی اس کش مکش سے بور ہونے کے بجائے تماشائی پوری طرح لطف اندوز ہو رہے تھے۔ انہیں اس سے غرض نہیں تھی کہ وکٹ نہیں گر رہی ہے اور رنز بھی سستی سے بن رہے ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں کرکٹ کی اعصابی سنسنی خیزی کو محسوس کر رہے تھے۔ ہر اچھی بال پر داد دیتے تھے تو ہر اچھے اسٹروک کو بھی دل کھول کر سراہتے تھے۔ تیسری وکٹ کی شراکت میں پاکستان کا اسکور 418 تک جا پہنچا تھا۔ اس موقع پر عمدگی سے کھیلنے والے سعید احمد اسمتھ کی ایک پر فریب آؤٹ سوئنگر پر وکٹ کیپر د کپتان الیگزینڈر کے ہاتھوں کیچ آؤٹ ہوگئے۔ لنچ سے ذرا پہلے گرنے والی اس وکٹ نے پاکستان کے اسکور میں ایک سو چون رنز کا اضافہ کیا تھا۔ یہ مسلسل تیسری سنچری پارٹنر شپ تھی۔ عجیب بات ہے کہ جارحانہ کھیل کے لیے مشہور سعید نے اتنی بڑی شراکت میں صرف 65 رنز اسکور کیے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ بالرز کا زیادہ سامنا خود حنیف محمد کر رہے تھے۔

عام طور پر پورا دن وکٹ پر گزارنے والے بلے باز کا تھکن سے ایسا برحال ہو جاتا ہے کہ وہ بس جا کر بستر پر آرام کرنا چاہتا ہے۔ حنیف کو تو وکٹ پر کھڑے ڈھائی دن ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود جب وہ واپس ہوٹل جاتے تو ان کے انداز سے تھکن کے بجائے ایک قسم کی تازگی جھلک رہی ہوتی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ اعصاب شکن ماحول میں پر مشقت بلے بازی کے بجائے کہیں تفریح کر کے آ رہے ہیں۔ ہوٹل آنے کے بعد رات کا کھانا کھا کر بعض اوقات وہ باہر ٹہلنے بھی چلے جاتے تھے۔ دوسروں کو حیرت ہوتی تھی کہ اس نارمل سی جسامت والے نوجوان کے جسم میں کتنی توانائی بھری ہوئی ہے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ حنیف محمد نے اسکول کے زمانے میں ماسٹر عزیز سے کتنی کڑی ٹریننگ لی تھی۔ انہوں نے کم عمری سے حنیف کو سخت ورزشیں کرائی تھیں جو بلے بازی کی مشق کے علاوہ ہوا کرتی تھیں۔ ان ہی مشقوں سے حنیف محمد کا اسٹیمنا اسی لائق ہوا تھا کہ بے حد طویل اننگ کھیلنے کے باوجود نہیں تھکتے تھے۔ یہ پہلا موقع نہیں تھا کہ وہ خاصی دیر تک وکٹ پر رہے' پاکستان کی ڈومیسٹک کرکٹ کے فرسٹ کلاس میچوں میں بھی وہ کئی بار طویل اننگز کھیل چکے تھے۔

پانچویں دن وہ آہستگی سے لیکن مستقل مزاجی سے اپنی اننگ آگے بڑھاتے رہے۔ وہ اتنی درست بلے بازی کر رہے تھے کہ اب تک انہوں نے ایک چانس بھی نہیں دیا تھا۔ ڈینس کی اسپن ہوتی بالوں پر کئی بار ان کے خلاف ایل بی ڈبلیو کی زوردار اپیل ہوئی تھی مگر امپائرز نے انہیں ناٹ آؤٹ قرار دیا۔ درحقیقت ان اپیلوں میں کوئی جان نہیں تھی۔ گیند ہر بار وکٹوں سے خاصی دور جا رہی ہوتی تھی۔ پانچویں دن لنچ کے وقفے کے بعد وکٹ میں ٹوٹ پھوٹ کے آثار اب نمایاں ہونے لگے تھے اور اس سے اسپنرز کو بال گھمانے میں خاصی مدد مل رہی تھی۔ اس وجہ سے حنیف اور ان کے ساتھ نئے آنے والے ان کے بڑے بھائی وزیر محمد کو خاصی محتاط بلے بازی کرنا پڑ رہی تھی۔ سعید کو آؤٹ کرنے کے بعد ویسٹ انڈین کھلاڑیوں کی یہ امید کہ وہ جلد باقی پاکستانی بلے بازوں کو پویلین بھیج کر میچ پر اپنی گرفت دوبارہ مضبوط کر لیں گے' وزیر اور حنیف کی جوڑی نے خاک میں ملا دی۔ دونوں بھائی مثالی ہم آہنگی سے بلے بازی کرتے رہے اور وہ رفتہ رفتہ پاکستانی ٹیم کو اننگ کی شکست کے خطرے سے دور لے جا رہے تھے۔

کپتان الیگزینڈر نے مایوس ہو کر آخری حربے کے طور پر نئی گیند لے لی۔ گلکرائسٹ نے بے حد تیز گیندیں پھینکیں مگر حنیف اور وزیر کو متاثر کرنے میں ناکام رہے۔ پانچویں دن جب کھیل ختم ہوا تو پاکستان نے پانچ سو پچیس رنز بنا لیے تھے۔ خاص بات یہ تھی کہ اس سارے دن میں جان مارنے کے بعد ویسٹ انڈین بالرز صرف ایک وکٹ حاصل کر سکے تھے۔ اس دن پاکستان نے گزشتہ دن کے مقابلے میں نسبتاً بہتر کارکردگی دکھاتے ہوئے 186 رنز بنائے تھے۔ حنیف محمد نے گزشتہ روز کے اسکور 161 میں مزید 109 رنز کا اضافہ کیا اور دن کے خاتمے پر 270 رنز پر کھیل رہے تھے۔ جب وہ دو سو رنز تک پہنچے تو پہلی بار انہوں نے اپنے اسکور پر غور کیا تھا ورنہ اب تک حنیف محمد کی ساری توجہ صرف وکٹ پر کھڑے رہنے پر مرکوز تھی۔ دو سو کا ہندسہ عبور کرنے اور ویسٹ انڈیز کی پہلی اننگ کے اسکور کا بوجھ اتارنے کے بعد حنیف محمد نے پہلی بار سنجیدگی سے اپنی اس اننگ کو لینا شروع کیا۔ جب وہ واپس ڈریسنگ روم کی طرف آ رہے تھے تو ان کے ذہن میں تین سو کا ہندسہ گردش کر رہا تھا۔ ڈریسنگ روم میں آ کر انہیں پتا چلا کہ ان کے سارے ساتھی بھی ان کی ٹرپل سنچری کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ سب اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے۔

''یار حنیف! کل شیر کی طرح کھیلنا'' امتیاز احمد نے اپنے مزاج کے مطابق مشورہ دیا ''ان کالوں کی ٹھیک سے پٹائی لگانا۔''

''بالکل۔ اب حنیف بھائی کو ان سے دب کر کھیلنے کی ضرورت نہیں ہے'' سعید احمد نے لقمہ دیا۔

''نہیں یار! کل حنیف کو اور زیادہ محتاط ہونا ہوگا'' کاردار سنجیدگی سے بولے ''بات اتنے بڑے اعزاز کی ہے' یہ صرف حنیف کا ہی نہیں بلکہ پاکستان کا اعزاز بھی ہوگا۔''

حنیف خاموشی سے مسکراتے ہوئے پسینے میں شرابور پیڈز اور دستانے اتار رہے تھے۔

☆☆☆

صرف حنیف محمد اور پاکستانی ٹیم ہی نہیں بلکہ سارے بارباڈوز کے ذہن میں یہی سوال تھا کہ کل حنیف محمد اپنی ٹرپل سنچری مکمل کر سکیں گے یا نہیں؟ اس رات حنیف کو اس وجہ سے ٹھیک سے نیند بھی نہیں آئی تھی لیکن اگلے روز وہ اٹھے تو حسب معمول تروتازہ تھے۔ بچپن سے انہیں سحر خیزی کی عادت تھی۔ رات کو کتنی ہی دیر سے سوئیں' صبح جلدی بیدار ہو جاتے تھے۔ حسب معمول ناشتے سے فارغ ہو کر پاکستانی ٹیم جلد اسٹیڈیم پہنچ گئی تھی تاکہ خود کو وارم اپ کر سکے اور کھلاڑی حیران رہ گئے جب انہوں نے صبح کے وقت ہی بے شمار لوگوں کو پہلے سے اسٹیڈیم میں براجمان پایا۔ صرف حنیف اور ان کے ساتھیوں کو ہی نہیں بلکہ تماشائیوں کو بھی حنیف محمد کی اس اننگ کا انتظار تھا۔

وارم اپ سے فارغ ہو کر حنیف اور ان کے ساتھی اخبارات دیکھنے لگے تقریباً تمام اخبارات کی شہ سرخی حنیف کے بارے میں تھی۔ ایک اخبار نے انہیں ''اسٹیمنا کا شاہ'' قرار دیا تھا۔ اس نے لکھا تھا ''آج کے دور میں کسی بھی شخص کے لیے ساڑھے سات سو منٹ وکٹ پر کھڑے رہنا باعث فخر ہو سکتا ہے لیکن حنیف کے لیے نہیں' کیونکہ اس کے لیے یہ عام سی بات لگتی ہے۔''

ایک اور اخبار نے لکھا ''اوول پارک کے میدان پر آج تک کسی بلے باز نے اتنی استقامت سے وکٹ پر قیام نہیں کیا۔ جب حنیف محمد کھیل رہے ہوتے ہیں تو لگتا ہے انہیں وکٹ سے ہٹانے کے لیے کسی بالر کی نہیں بلکہ پولیس کے ایک دستے کی ضرورت پڑے گی۔''

باقی اخبارات نے بھی شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا تھا۔ ان الفاظ نے حنیف کو متاثر کیا تھا مگر اتنا نہیں کہ ان کی توجہ اپنی اننگ سے ہٹ جاتی۔ وہ جانتے تھے کہ اس ساری تعریف اور توصیف کے وہ اس وقت حقدار ہوں گے جب اپنی اننگ کو.... واقعی کارنامہ بنا دیں گے۔ ان کی نظریں لین ہٹن کے 364 رنز کے ریکارڈ پر مرکوز تھیں (واضح رہے' اس وقت تک گیری سوبرز نے 365 رنز بنانے کا کارنامہ انجام نہیں دیا تھا اور یہ موقع انہیں 1958ء کی اس سیریز کے دوران میں ہی مل گیا تھا) اس وقت تک صرف چار افراد نے ٹرپل سنچری بنانے کا کارنامہ انجام دیا تھا۔ ان میں سے تین کا تعلق انگلینڈ سے تھا اور ایک یعنی بریڈمین آسٹریلیا سے تعلق رکھتے تھے۔ بریڈمین کو یہ منفرد اعزاز بھی حاصل تھا کہ انہوں نے دو بار ٹرپل سنچری بنائی۔ (پچھلے دنوں ویسٹ انڈیز کے برائن لارا نے بھی اس فہرست میں اپنا نام درج کروالیا ہے۔ وہ 375 اور 400 رنز کی اننگز کھیل کر دو ٹرپل سنچریاں بنانے والے دوسرے کرکٹر بن گئے ہیں)

حنیف کا اولین ہدف تو ٹرپل سنچری مکمل کرنا تھا' اس کے بعد ان کے آگے اینڈی سینڈہم کے تین سو پچیس رنز تھے' اس کے بعد بریڈمین کے تین سو چونتیس رنز تھے پھر سر والٹر ہیمنڈ کے 336 رنز اور سب سے آخر میں سر لین ہٹن کا تین سو سو چونسٹھ رنز کا عالمی ریکارڈ تھا۔ یہ تمام اہداف ان کی منزل تھے۔ ایک ایک کر کے انہیں ان اہداف کو حاصل کرنا تھا مگر پانچ دن کے کھیل کے بعد وکٹ خستہ ہو چکی تھی۔ اس پر شکست وریخت کے آثار نمایاں تھے۔ خاص طور پر فاسٹ بالرز کے لیے اس پر گیند اٹھانا محال ہو گیا تھا۔ یہ اصول ہے کہ جن وکٹوں پر گیند اٹھ کر نہ آئے' وہ نہ صرف بالروں بلکہ بلے بازوں کے لیے بھی مشکل ہو جاتی ہیں۔ ان پر ٹھہرنا تو آسان ہوتا ہے لیکن رنز بنانا بے حد دشوار ہو جاتا ہے۔ انہیں عام طور سے منفی رویے والی وکٹیں کہا جاتا ہے جو کھیل کو سست اور بور کر دیتی ہیں۔ پاکستان' انڈیا اور سری لنکا میں عام طور سے اسی قسم کی وکٹیں ملتی ہیں۔ اگر ان وکٹوں پر فی اوور رنز اور فی وکٹ گیندوں کا تناسب نکالا جائے تو یہ آسٹریلیا اور انگلینڈ کی وکٹوں سے مختلف نکلے گا۔ خاص طور سے آسٹریلیا میں نہ صرف فی اوور رنز زیادہ بنتے ہیں بلکہ وہاں فی وکٹ گیندوں کا تناسب بھی کم ہے۔ اس کی وجہ وہاں کی زیادہ اچھال والی وکٹیں ہیں جو بلے بازوں اور بالروں کو یکساں مدد دیتی ہیں۔

خوابوں میں آسان نظر آنے والا ہدف حقیقت میں بے حد دشوار ثابت ہو رہا تھا۔ ایک ایک بال کو بے حد احتیاط سے کھیلنا پڑ رہا تھا۔ خاص طور سے ڈینس کی گیندیں نہ صرف تیز اسپن لے رہی تھیں بلکہ وہ بیٹھ کر بھی آ رہی تھیں۔ نیچی گیندوں کے پیڈز پر لگنے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں اور ویسٹ

انڈین امپائرز ذرا سے شبہے پر فیصلہ اپنے بالر کے حق میں دینے میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے لہٰذا ایسی گیندوں پر رنز بنانا اور بھی دشوار کام تھا۔

ڈینس نے ہی پہلی کامیابی حاصل کی۔ وزیر محمد جو گزشتہ روز 30 کے اسکور پر کھیل رہے تھے' اپنے اسکور میں صرف پانچ رنز کا اضافہ کر کے 35 رنز پر آؤٹ ہو گئے۔ اس وقت کل اسکور 539 رنز تھا۔ معمولی اسکور کے باوجود وزیر نے نہ صرف چار گھنٹے وکٹ پر گزارے بلکہ حنیف کے ساتھ مل کر اسکور میں 121 رنز کا اضافہ بھی کیا تھا۔ یہ پاکستان کی جانب سے مسلسل چوتھی سنچری شراکت تھی۔ اس وقت تک ایک اننگ میں مسلسل تین سنچریوں کی شراکت کا ریکارڈ انگلینڈ کے پاس تھا اور اسی اننگ میں سر لین ہٹن نے ریکارڈ 364 رنز بنائے تھے اور انگلینڈ نے اس اننگ میں ریکارڈ 903 رنز بنائے تھے۔ (بعد میں یہ ریکارڈ سری لنکا کی ٹیم نے انڈیا کے خلاف 952 رنز بنا کر توڑ دیا)۔

وزیر محمد امپائر کے غلط فیصلے کا نشانہ بنے تھے۔ جس گیند پر انہیں آؤٹ قرار دیا گیا تھا وہ ان کے بلے کو چھوئے بغیر گئی تھی۔ اس کے باوجود امپائر کی انگلی فضا میں بلند ہو چکی تھی اور وزیر کو واپس جانا پڑا تھا۔ وزیر کے بعد ویلس میتھائس کھیلنے آئے لیکن وہ زیادہ دیر حنیف کا ساتھ نہ دے سکے۔ ایرک کی ایک "ان سوئنگر" ان کے پیڈز سے ٹکرائی اور امپائر نے بالر کی اپیل پر اپنی انگلی اٹھانے میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ اب پاکستان کے پانچ کھلاڑی آؤٹ ہو چکے تھے اور صرف کپتان کاردار ہی ایک ایسے کھلاڑی رہ گئے تھے جن سے کچھ دیر وکٹ پر رہنے کی توقع کی جا سکتی تھی۔

چنانچہ میتھائس کے بعد کپتان کاردار کریز پر آئے اور انہوں نے آتے ہی حنیف سے کہا "ڈٹے رہنا حنیف! یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ انشاء اللہ تم لین ہٹن کا ریکارڈ ضرور توڑو گے۔"

کاردار اگرچہ مستند بلے باز نہیں تھے لیکن وکٹ پر کھڑے رہنا جانتے تھے۔ اس موقع پر حنیف نے فیصلہ کیا کہ انہیں اب زیادہ تر بالرز کا خود سامنا کرنا ہے اور رنز بنانے کی رفتار بھی تیز کرنی ہے۔ کیونکہ کاردار کے بعد کوئی ایسا بلے باز نہیں تھا جو وکٹ پر کھڑا رہ کر ان کا ساتھ دیتا۔ وکٹ اس قدر سست ہو گئی تھی کہ ایک ایک رن کے لیے خاصی جدوجہد کرنا پڑ رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ لنچ تک حنیف اپنی ٹرپل سنچری مکمل نہیں کر سکے تھے۔ مگر ان کے مسلسل سامنے رہنے کی وجہ سے ویسٹ انڈین بالرز بھی مزید کوئی وکٹ حاصل کرنے میں ناکام رہے تھے۔

لنچ تک پاکستان' ویسٹ انڈیز پر سو رنز سے زائد کی برتری حاصل کر چکا تھا اور اگر پاکستانی چائے کے وقفے تک کھیل جاتے تو میچ بچ سکتا تھا۔

اس کے برعکس ویسٹ انڈین کھلاڑیوں کا خیال تھا۔ اگر انہوں نے پاکستان کے باقی ماندہ کھلاڑیوں کو چائے کے وقفے تک آؤٹ کر دیا تو ان کے بلے باز تیز رفتاری سے کھیل کر با آسانی یہ ٹیسٹ جیت سکتے تھے۔ مگر کاردار اور حنیف نے ان کا یہ آخری خواب بھی چکنا چور کر دیا۔ لنچ کے بعد جب حنیف واپس کریز پر آئے تو اننگ میں پہلی بار ان پر اضطرابی کیفیت نظر آئی۔ لنچ کے بعد تیسرے اوور میں انہوں نے اس تاریخی سنگ میل کو عبور کر لیا جو ان کے علاوہ مشکل سے درجن بھر کھلاڑیوں کے حصے میں آیا ہے۔ وہ ٹرپل سنچری بنانے والے دنیا کے پانچویں کھلاڑی تھے۔ کاردار نے انہیں گلے لگا کر اس اعزاز پر مبارکباد دی۔ اسٹیڈیم میں موجود ہر شخص نے انہیں کھڑے ہو کر داد دی تھی۔ حتیٰ کہ انہیں تین دن سے آؤٹ کرنے میں ناکام ویسٹ انڈین کھلاڑی بھی تالیاں بجا رہے تھے۔ حنیف محمد ایک خواب کی سی کیفیت میں کھڑے تھے۔ گزشتہ تین دن میں وہ کتنے ہی جاں گسل مراحل سے گزر کر اس کامیابی تک پہنچے تھے۔

ٹرپل سنچری کے بعد حنیف کے بلے میں تیزی آ گئی اور کچھ دیر بعد انہوں نے سینڈہم کے 325 رنز کے ریکارڈ کو بھی توڑ دیا۔ ویسٹ انڈین کھلاڑیوں کی بجھتی امیدوں نے ابھی دم نہیں توڑا تھا۔ ابھی چائے کے وقفے میں پون گھنٹا تھا اور کاردار آخری کھلاڑی تھے جو ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ تھے۔ کسی طرح باقی کھلاڑیوں کو آؤٹ کر کے فتح کی راہ ہموار کی جا سکتی تھی۔ کاردار نے حنیف کے پاس آ کر کہا۔

"حنیف! بس ذرا سا ہی فاصلہ رہ گیا ہے' پوری احتیاط سے کھیلو۔"

حنیف اس معاملے میں پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے۔ بے شک انہیں لین ہٹن کا ریکارڈ توڑنے میں پورا دن لگ جائے مگر انہیں کوئی غلط شاٹ نہیں کھیلنا تھا۔ چائے کے وقفے تک کھیل کر کاردار اور حنیف نے ویسٹ انڈیز والوں کی رہی سہی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ پاکستان کا اسکور 623 رنز ہو چکا تھا اور اس کی صرف پانچ وکٹیں گری تھیں۔ گویا اسے ویسٹ انڈیز پر ڈیڑھ سو سے زائد رنز کی برتری حاصل ہو چکی تھی۔ حنیف اس وقت 331 رنز پر کھیل رہے تھے یعنی بریڈمین کے ریکارڈ سے 3 رنز والی ہیمنڈ کے ریکارڈ سے 15 رنز اور لین ہٹن کے ریکارڈ سے چونتیس رنز دور تھے۔ اس وقت تک انہیں کھیلتے

ہوئے سولہ گھنٹے سے زیادہ کا وقت گزر چکا تھا۔

ڈریسنگ روم میں تقریباً ہر فرد نے گلے لگا کر حنیف کو مبارک باد دی اور ساتھ ہی تلقین کی کہ پوری احتیاط سے کھیلیں۔ کوئی غلط شاٹ نہ ماریں کیونکہ ابھی پورے دو گھنٹے کا کھیل باقی تھا‘ جس میں تینتیس رنز آسانی سے بنائے جاسکتے تھے۔ حنیف حسب عادت خاموشی سے سب کی سنتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ تین دن کی تھکن اب ان کی پور پور میں بس گئی تھی لیکن وہ اپنی قوت ارادی اور کڑی ورزش کی وجہ سے کھڑے ہوئے تھے۔ بار باڈوز کے عوام پہلے ہی انہیں جن تسلیم کرچکے تھے۔ ان کے خیال میں اتنی دیر تک وکٹ پر کھڑے ہوکر بالروں کا مقابلہ کرنا کسی انسان کا کام نہیں ہوسکتا ہے۔

چائے کے وقفے کے بعد دھڑکتے دل اور آنے والے وقت کے خیال سے امید و یاس میں ڈوبتے ابھرتے حنیف محمد وکٹ پر پہنچے۔ تماشائیوں نے پرجوش تالیوں سے ان کا استقبال کیا۔ کاردار مسلسل ان کی ہمت بندھا رہے تھے۔ کھیل شروع ہونے کے کچھ دیر بعد ہی حنیف محمد بریڈمین کے ریکارڈ سے آگے نکل چکے تھے اور اب ان سے آگے دو ہی نام تھے‘ سرلین ہٹن اور والی ہیمنڈ۔ اسے عبور کرکے وہ کرکٹ میں سب سے بڑی اننگ کھیلنے کا اعزاز حاصل کرسکتے تھے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ابھی ان کا اسکور 337 رنز ہوا تھا یعنی ہیمنڈ سے ایک رن آگے کہ ایک گیند ان کے بلے کے کنارے پر لگی اور سیدھی وکٹ کیپر الیگزینڈر کے ہاتھوں میں جاکر محفوظ ہوگئی۔ یہ واقعہ اتنا اچانک پیش آیا کہ خود بالر اور وکٹ کیپر بھی ششدر رہ گئے تھے۔ سارا اسٹیڈیم سکتے میں تھا‘ کسی کو حنیف محمد کے آؤٹ ہونے کا یقین نہیں آرہا تھا۔ خود حنیف محمد بھی کتنی دیر سکتے کے عالم میں کھڑے رہے پھر انہوں نے دھیرے دھیرے ڈریسنگ روم کی طرف چلنا شروع کردیا اور پھر سکتہ ٹوٹا تو اسٹیڈیم تالیوں کے شور سے گونج اٹھا تھا۔ ہر شخص پوری شدت سے تالیاں بجا رہا تھا۔ حنیف کو ان کی اس مراتھن اننگ پر خراج تحسین پیش کررہا تھا۔ ویسٹ انڈیز کے سارے کھلاڑی حنیف کو باؤنڈری لائن تک چھوڑنے کے لیے آئے۔ ڈریسنگ روم میں ان کے ساتھی بیک وقت خوش بھی تھے اور ان کے عالمی ریکارڈ کو نہ توڑنے پر افسردہ بھی۔

حنیف کے اس کارنامے کی خبر ساری دنیا میں پھیل چکی تھی اور انہیں ہر جگہ سے مبارک باد کے تار اور پیغامات آرہے تھے۔ بار باڈوز کی عوام نے اسی شام ایک ریلی نکال کر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ حنیف اگرچہ لین ہٹن کا 364 رنز کا عالمی ریکارڈ نہیں توڑ سکے تھے لیکن انہوں نے اس اننگ میں تقریباً ایک ہزار منٹ وکٹ پر کھڑے رہ کر ایسا عالمی ریکارڈ قائم کیا جس کے ٹوٹنے کے آثار دور دور تک نظر نہیں آتے۔ ریکارڈز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ تو ہوتے ہی ٹوٹنے کے لیے ہیں مگر حنیف کے اس ریکارڈ کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ کرکٹ کی رہتی تاریخ تک ناقابل شکست ہی رہے گا۔

اس اننگ میں حنیف نے مزید کئی ریکارڈز میں اپنا نام درج کرائے۔ اس اننگ میں انہوں نے ریکارڈ بالیں کھیلیں۔ مسلسل چار وکٹ کی سنچری پارٹنر شپ قائم کی۔ پاکستان نے 657 رنز بنائے۔ دوسری اننگ میں یہ کسی بھی ٹیم کا ریکارڈ ہے۔ حنیف نے مسلسل چار دن تک وکٹ پر رہنے کا منفرد اعزاز بھی حاصل کیا جو ان کے علاوہ کسی اور بلے باز کو حاصل نہیں ہوسکا ہے۔ پاکستان نے اس میچ میں یہ ریکارڈ بھی بنایا کہ اس کی دونوں اننگز میں 551 رنز کا فرق تھا۔ آج تک ٹیسٹ کھیلنے والی کسی ٹیم کی ایک میچ کی دو اننگز میں اتنا بڑا فرق نہیں آیا۔ (یہ تمام ریکارڈز چالیس سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود آج تک قائم ہیں) حنیف محمد نے اس ٹیسٹ کی دونوں اننگز میں کل 349 رنز بنائے جو پاکستان کی طرف سے ریکارڈ ہے۔ حنیف محمد اولین کھلاڑی تھے جنہوں نے اپنی پہلی ہی سنچری ٹرپل سنچری کی صورت میں بنائی۔

اگرچہ رنز کے لحاظ سے حنیف محمد کا 337 رنز کا ریکارڈ اب خاصا پیچھے رہ گیا ہے اور کئی کھلاڑیوں کے نام ان سے آگے جاچکے ہیں لیکن ٹرپل سنچری بنانے والے کسی بلے باز نے اننگ کی شکست کے دباؤ‘ غیر ملکی سرزمین اور جانب دار امپائروں کے ہوتے یہ کارنامہ انجام نہیں دیا۔ بریڈمین اور آسٹریلیا کے ہی مارک ٹیلر نے بھی غیر ملکی سرزمین پر ٹرپل سنچریاں بنائیں لیکن انہیں ماحول سازگار ملا تھا اور انہیں امپائروں سے بھی کوئی خوف نہیں تھا اور پھر حنیف کی طرح طویل ترین وقت تک وکٹ پر کھڑے رہنے کا اعزاز تو کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ صرف یہی ایک اننگ حنیف محمد کا نام زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔